عرسِ سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی مناسبت سے
نوری مشن/ اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں کی علمی پیشکش

بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری
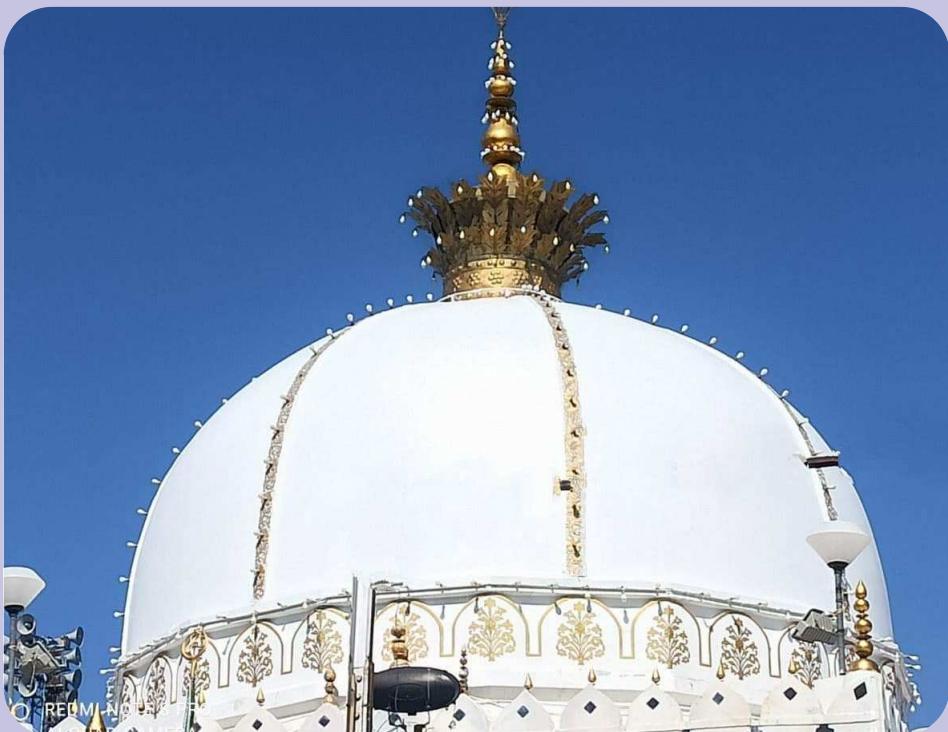
یٰسٓ اختر مصباحی

[انٹرنیٹ ایڈیشن ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء]

نوری مشن مالیگاؤں

www.muftiakhtarrazakhan.com

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

منقبت

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا

مولانا حسن رضا بریلوی
(برادرِ عزیز، امام احمد رضا قادری بریلوی)

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا	کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا
ہے تری ذات، عجب بحرِ حقیقت پیارے	کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا
زورِ پامالیِ عالَم سے اسے کیا مطلب؟	خاک میں مل نہیں سکتا، کبھی ذرہ تیرا
گلشنِ ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے	واہ! اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا
کیا مہک ہے کہ معطّر ہے دماغِ عالَم	خطۂ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا
تیرے ذرہ پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے	اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو، جلوہ تیرا
پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دو پیارے	آنکھیں پُرنور ہوں پھر دیکھ کے، جلوہ تیرا
تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شانِ رفیع	دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے، رُتبہ تیرا
کیوں نہ بغداد میں جاری ہو تیرا چشمۂ فیض	بحر، بغداد کی ہے، نہر ہے دریا تیرا
کرسی ڈالی تری تختِ شہِ جیلاں کے حضور	کتنا اونچا کیا اللہ نے، رُتبہ تیرا
تجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار	بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے، سہارا تیرا
خفتگانِ شبِ غفلت کو جگا دیتا ہے	سالہا سال وہ راتوں کو نہ سونا تیرا
محیِ دیں غوث ہیں اور خواجہ معین دیں ہیں	اے حسنؔ کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری

یٰس اختر مصباحی

بانی وصدر دارالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی

مَزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا (رضاؔ بریلوی)

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا (حسنؔ بریلوی)

عاشقِ رسول، فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشّاہ عبدالمصطفیٰ، احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ (متولد ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) متبحر عالم وفاضل اور جامعِ شریعت وطریقت شیخ کامل تھے۔ آپ کی ذات، علمِ نافع وعملِ صالح کا قابلِ صدر شک نمونہ تھی۔ اپنے عہد میں آپ، مرکزِ فتاویٰ ومرجعِ اَنام تھے۔ آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے نکلی ہوئی تقریباً ایک ہزار چھوٹی بڑی کتب ورسائل اس دعویٰ پر شاہدِ عدل ہیں۔

تصوف وطریقت کے اسرار ورموز سے آپ بخوبی واقف اور ان کے عارف تھے۔ آپ کے رسائلِ مبارکہ 'کشفِ حقائق واسرار و دقائق' (۱۳۰۸ھ)، اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃُ فِیْ قَلْبِ عِقْدِ الرَّابِطَۃِ (۱۳۰۹ھ) نقاءُ السَّلافۃ فِیْ اَحْکَامِ الْبیعۃِ وَالْخِلَافَۃِ (۱۳۱۹ھ)، مَقَالِ عُرَفَا بِاِعْزَازِ شَرعٍ وَعُلَمَا (۱۳۲۷ھ) اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے اندر، دینی ومذہبی اور علمی وعملی، ہر لحاظ سے، جو ایمان افروز، روح پرور، دل نشیں اور چشم کشا نمونے ملتے ہیں وہ آپ کے روحانی مراتبِ کمال پر دال ہیں۔ جن سے آپ کے مدارجِ عالیہ ومراتبِ رفیعہ کا ہر منصف مزاج شخص کو علم ہی نہیں، بلکہ ان کا یقین بھی ہو جاتا ہے۔

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی اپنا ایک واقعہ، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں روتا ہوا، دوپہر کو سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت جَدِ امجد (مولانا رضا علی بریلوی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ایک صندوقچی، عطا فرمائی۔ اور فرمایا: عن قریب آنے والا ہے وہ شخص، جو تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا۔ دوسرے، یا تیسرے روز، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ، مارہرہ شریف تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر شرفِ بیعت، حاصل کیا۔''

(ص ۶۳۔ الملفوظ، حصہ سوم۔ رضا اکیڈمی ممبئی)

خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ، یوپی) سے آپ کی روحانی وابستگی تھی۔ محب الرسول، تاج الفحول، حضرت مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) کے ایما ومشورے پر، ان کی رفاقت میں آپ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر، بائیس (۲۲) سال تھی۔

خاتم الاکابر، حضرت مولانا سید شاہ، آلِ رسول، احمدی، قادری، برکاتی، مارہروی (متوفی ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اور اسی وقت، اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔

ایک سوال کے جواب میں حضرت خاتم الاکابر، مارہروی نے ارشاد فرمایا:

''اور لوگ، میلا کچیلا، زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں، جس کے تزکیہ کے لیے ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مُصفّیٰ ومُزکّیٰ قلب لے کر آئے۔ انہیں، ریاضت ومجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اِتّصالِ نسبت کی حاجت تھی، جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا۔''

مزید فرمایا: ''مجھے بڑی فکر تھی کہ بروزِ حشر، اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ: آلِ رسول! تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا؟ مگر، خدا کا شکر ہے کہ آج، وہ فکر دور ہو گئی۔ اُس وقت ''احمد رضا'' کو پیش کر دوں گا۔''

(شمارۂ پنجم، تادہم۔ ترجمانِ اہلِ سنّت۔ پیلی بھیت۔ ودیگر کتب وروایات)

قارئین کرام پر، یہ حقیقت بھی واضح رہنی چاہیے کہ: امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، ہر شیخ ومرشدِ طریقت کے لیے حسب قاعدۂ شریعت وطریقت، یہ چار شرطیں، لازم قرار دیتے ہیں:

اول: سنی صحیح العقیدہ، مطابقِ عقائدِ عُلماے حرمین شریفین ہو۔

دوم: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل، کتاب سے خود نکال سکے۔

سوم: فاسقِ معلن نہ ہو۔

چہارم: اس کا سلسلہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

(ص ۵۸۸۔ فتاویٰ رضویہ، مترجم۔ جلد ۲۱۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور بیعت وارشاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

''لوگ، بیعت بطورِ رسم ہوتے ہیں، بیعت کا معنی نہیں جانتے۔ بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید، دریا میں ڈوب رہے تھے کہ: حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔ ان مرید نے عرض کیا کہ: یہ ہاتھ، حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں۔ اب، دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ اور حضرت یحییٰ منیری، ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔'' (ص ۴۲۔ الملفوظ، حصہ دوم۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

''بیعت کے معنی بِک جانا سبعِ سنابل شریف میں ہے۔ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلّاد نے تلوار کھینچی۔ یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف، رُخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جلّاد نے کہا: اس وقت، قبلہ کو منہ کرتے ہیں۔ فرمایا: تو اپنا کام کر۔ میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے۔ اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ، قبلہ ہے جسم کا۔ اور شیخ، قبلہ ہے روح کا۔ اس کا نام اِرادت ہے۔ اگر اس طرح صدقِ عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض، ضرور آئے گا۔ اور بالفرض وہ بھی نہ سہی، تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدنِ فیض ومنبعِ انوار ہیں، ان سے فیض آئے گا۔ سلسلہ، صحیح اور متصل ہونا چاہیے۔'' (ص ۶۵۔ الملفوظ، حصہ دوم۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

اسی حسنِ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے قصیدۂ غوثیہ (اکسیرِ اعظم ۱۳۰۲ھ) میں امام احمد رضا بریلوی عرض کرتے ہیں:

سر توئی، سرور توئی، سررا، سروساماں توئی
جاں توئی، جاناں توئی، جاں را، قرارِ جاں توئی

☆☆☆

تیری سرکار میں لاتا ہے رضؔا اس کو شفیع
جو مِرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

حسنِ عقیدت کا یہ والہانہ انداز بھی کتنا روح پرور ہے:

ترا ذرّہ مہِ کامل ہے یا غوث
ترا قطرہ، یمِ سائل ہے یا غوث
کوئی سالک ہے، یا واصل ہے یا غوث
وہ کچھ بھی ہو، ترا سائل ہے یا غوث
کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا
رضاؔ تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث

ایک رسالہ اِنْهَارُ الْاَنْوَار مَنْ یَمِّ صَلوٰۃُ الْاَسْرَار (۱۳۰۵ھ) میں یہ شیفتگی ووارفتگی ،اس رسالہ ہی نہیں، خود آپ کے حسنِ خاتمہ کا کتنا رشک آفریں نمونہ ہے:

''یہ ہے، جو، اس گدائے سرکارِ فیض بارِ قادریہ پر، برکات ونعماتِ حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا ع
گر قبول افتد، زہے عزّ وشرف

گدائے بے نوا، فقیرِ ناسزا، اپنے تاج دارِ عظیم الجود، عمیم العطا کے لطفِ بے منّت وکرمِ بے علّت سے، اس صلے کا طالب کہ عفوو عافیت وحسنِ عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائدار سے رُخصت ہوتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عزیز پسر، بتولِ زہرا کے لختِ جگر، علیِ مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن وحسین کے قرّۃ بصر، محیِ سنّتِ ابی بکر وعمر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی الْحَبِیْبِ وَعَلَیْہِمْ وَسَلَّم۔

یعنی حضور غوثِ صمدانی، قطبِ ربّانی، واھبُ الآمال ومُعطی الامانی، حضور پرنور غوثِ اعظم قطبِ عالم محی الدین، ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وَاَرْضَاہُ وَجَعَلَ حِرْزَنَا فِی الدَّارَیْنِ رضاکی محبت وعشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے۔ اور جس دن، یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ، زیرلوائے بے کس پناہ، سرکارِ قادریت، ظِلِّ الٰہ، جگہ پائے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْر۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر۔''

(ص ۵۴۷و۵۴۸۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

ایک خطبۂ رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

قَالَ الفقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا اَلْمحمدی السُّنِّی الْحَنفی الْقَادری الْبَرکاتی الْبَریلوی لَمَّ اللہ شعثہ۔
وَتحت اللِّوَاءِ الْغَوثِی بَعَثَہٗ۔

(ص ۳۔ اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃُ فِیْ قَلْبِ عِقْدِالرَّابِطَۃ، مطبوعہ: المجمع الاسلامی، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

گویا، آپ کے ہر بُنِ مو سے یہ صدا آتی تھی کہ:

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اُٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نُما کے واسطے

سورت، گجرات سے ایک سوال آیا کہ:
امامِ اعظم ابوحنیفہ، افضل ہیں، یا سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی؟
اس کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رقم طراز ہیں:
امام عبدالوہاب شعرانی، میزانُ الشریعۃِ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

الامام ابوحنیفۃ سُئِلَ عَنِ الْاَسْوَدِوَالْعَطَاءِ وَعَلْقَمۃ اَیُّہُمْ اَفْضَلُ۔ فَقَالَ: وَاللّٰہِ مَا نَحْنُ بِاَھْلِ اَنْ

نَذْکرھُمْ فَکَیْفَ نُفَاضِلُ بَیْنَھُم۔

یعنی ایک روز، امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا:

امام علقمہ وامام اسود، شاگردانِ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وامام عطا بن ابی رباح، استاذِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں کون افضل تھا؟

فرمایا: ہم، ان کے ذکر کرنے کے قابل نہیں۔ نہ کہ ان میں ایک کو، دوسرے سے افضل بتائیں۔

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا یہ ارشاد، تواضعاً تھا۔ اور یہاں، قطعاً، حقیقتِ امر ہے۔ حَاشَ لِلّٰہ۔ ہمارے منہ، اس قابل نہیں کہ:

حضور سیدنا امامِ اعظم، یا حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام پاک اپنی زبان سے لیں۔ یہ بھی، رحمتِ الٰہیہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوبوں کے ذکر کی اجازت دی ہے۔ ہم کس منہ سے، ان میں تفاضُل، بیان کریں؟ وہ، ہماری شریعت کے امام اور یہ ہماری طریقت کے امامِ مفرد ؎

عہدہا بالبِ شیریں دِہناں بست خدا
ماہمہ بندہ و ایں قوم خداوند انند

اور یہاں، اسی میزان میں انہیں امام شعرانی کا، یہ قول:

اِعْتِقَادُنَا اَنَّ اَکَابِرَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَالْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ کَانَ مَقَامُھُمْ اَکْبَرَ مِنْ مَقَامِ بَاقِیِ الْاَوْلِیَاءِ بِیَقِیْن۔ وارِد ہے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بِلا شبہ، واصلانِ عین الشَّریعۃ الکبریٰ کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور اس کے واصلوں کو یہی امام شعرانی اسی میزان میں فرماتے ہیں:

مَنْ اَشْرَفَ عَلٰی عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ الْاُوْلٰی یُشَارِکُ الْمُجْتَھِدِیْنَ فِی الْاِغْتِرَافِ مِنْ عَیْنِ الشَّرِیْعَۃ۔ فَاِنَّہٗ مَاثَمَّ اَحَدٌ حَقَّ لَہٗ قَدَمُ الْوِلَایَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ اِلَّاوَیُصِیْر یأخذ اَحْکَامَ شرعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِن حَیْثُ اَخَذَھَا الْمُجْتَھِدون۔ وَیَنْفَکُّ عَنْہُ التَّقْلِیْد لِجَمِیْعِ الْعُلَمَاءِ اِلَّا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثُمَّ مَانُقِلَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ اَنَّہٗ کَانَ شَافِعِیاً اَوْحَنَفِیاً ،مَثَلاً، فَذَالِکَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ مَقَامَ الْکَمَال۔

(جو عینِ شریعت کے چشمۂ صافی پر پہنچ جاتا ہے، وہ اس نہرِ حقیقت سے چلُّو لینے میں مجتہدین کا شریک وسہیم ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص، ولایتِ محمدیہ کے درجۂ عظمیٰ پر فائز ہوجاتا ہے وہ، وہیں سے احکام، حاصل کرسکتا ہے، جہاں سے ائمۂ مجتہدین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن۔

اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا، تمام عُلماے اُمت کی تقلید سے آزادی ہے۔ اور بعض اولیا کے بارے میں جو، یہ آیا ہے کہ حنفی، یا شافعی تھے۔ وغیرہ۔ تو یہ ان حضرات کے مقامِ کمال تک پہنچنے سے پہلے کی بات ہے۔)

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مُحیِیُّ الدِّین" ہیں۔ اِحیاے دین کے لیے قائم کیے گئے۔ اور مذہبِ حنبلی، اسلام کا رُبع ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جَعَلْتُکَ رُبْعَ الْاِسْلَامِ۔ ہم نے تمہیں اسلام کا چہارم کیا۔ یہ مذہب، قریبِ اِندراس تھا۔

لِہٰذا، اس کے اِحیا کے لیے اس پر، افتا فرماتے۔ ہاں! حضور سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضراتِ عالیہ، امام مالک وامام شافعی وامام احمد وَمَنْ بَعْدَھُمْ مِنَ الْاَئِمَّۃِ الْکِرَام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم پر، فضلِ تابعیت ہے۔

امام، تابعی ہیں۔ رَأَی اَنَساً رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ اور باقی حضرات میں اور کوئی، تابعی نہیں۔

وَمَاوَقَعَ مِنْ عَلِيِّ الْقَارِي فِي الْمِرْقَاةِ مِنْ تَابِعِيَّةِ الامام مَالِك رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَهْوٌ ظَاهِرٌ لَايُلتفتُ إِلَيْهِ۔

اور ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سے مرقاۃ میں جو، یہ سہو ہوا کہ:

حضرت امام مالک، تابعی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قابلِ التفات نہیں۔

گدائے قادری، عرض کرتا ہے ؎

صحابیت ہوئی، پھر تابعیت
بس آگے، قادری منزل ہے یا غوث
ہزاروں تابعی سے تو فزوں، ہاں
وہ طبقہ، مُجملاً فاضل ہے یا غوث

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَم۔ (ص ۳۲ و ۳۳۔ فتاویٰ رضویہ، جلد یازدہم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

اِمام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، جُملہ صحیح و مستند سلاسلِ طریقت

مثل چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و رفاعیہ و شاذلیہ وغیرہ اور ان کے صحیح الاعتقاد سنی مشائخِ کرام کو برحق سمجھنے کے ساتھ، ان کے عقیدت مند بھی تھے اور جہاں کہیں ان کا ذکر اور ان کا نام آپ کی تحریروں میں ملتا ہے، حسنِ ادب و احترام کے ساتھ ہی ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ، سلسلۂ عالیہ قادریہ کو افضلُ السلاسل، قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ، ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک، خاندانِ عالی شان قادری، سب خاندانوں سے اعلیٰ و افضل ہے۔''

(ص ۲۱۴۔ فتاویٰ رضویہ، جلد دوازدہم، رضا اکیڈمی بمبئی۔ و ص ۵۷۶۔ فتاویٰ رضویہ، مترجم جلد ۲۶۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''سلاسل و اَسانیدِ اولیائے کرام کا کیا کہنا۔ خصوصاً، سلسلۂ عالیہ علیّہ حضور پُرنور، سیدنا غوثِ اعظم، قطبِ عالَم، صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی جَدِّہٖ الْکرِیم وَآبَائِہٖ الْکرام وَعَلَیْہِ وَسَلَّم۔''

(ص ۴۶۶۔ فتاویٰ رضویہ، مترجم۔ جلد ۲۱۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اولیائے کرام کی ایک دوسرے پر تفضیل، کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں۔ چنانچہ، ایک سوال کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے اکابر اولیائے کرام سے افضل سمجھنے کا عقیدہ رکھنا، جائز ہے، یا نہیں؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''عقیدہ، وہ چیز ہے، جس کا اعتقاد، مدارِ سُنّیت اور اس کا انکار، بلکہ اس میں تردّد گمراہی و ضلالت۔ اس قسم کے اُمور، ان مسائل سے نہیں ہوتے۔'' الخ

(ص ۲۲۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد دوازدہم، رضا اکیڈمی بمبئی)

آپ کے قلب و روح اور پورے وجود پر قادری رنگ اتنا غالب تھا کہ:

اپنے قادری مشائخِ طریقت ہی کو ذریعۂ فیضان سمجھ کر، ان سے ہی ہمہ وقت، اِستمداد کیا کرتے تھے اور ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی منظوم منقبتیں، صرف، مشائخِ قادریہ کے اوصاف و کمالات و محامد و محاسن پر مشتمل ہیں اور دیگر مشائخِ سلاسل سے حسنِ عقیدت کے باوجود آپ نے ان میں سے کسی کی منظوم منقبت نہیں لکھی۔ آپ کی تحریر کردہ کوئی منقبت نہ محض شاعرانہ ہے، نہ ہی پیشہ ورانہ۔ بلکہ سبھی منقبتیں آپ کی قلبی کیفیات و واردات کا آئینہ ہیں، جن میں آپ کے قادری مشائخِ کرام بالخصوص، قطب ربّانی، غوثِ صمدانی، محبوب سبحانی، حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوار و تجلیات کی ضوفشانی ہے۔ جہاں کوئی آورد نہیں، آمد ہی آمد ہے۔ اور آپ کے نہاں خانۂ قلب میں کسی طرح کا تکلف و تصنع نہیں۔ بلکہ ہر طرف، حسنِ فطرت کی کرشمہ سازی ہے۔ ہر

سَمت ،نَوائے حقیقت کا سوز وساز ہے۔اور ہر چہار جانب ،صفاووفا کا پرتوِ جمال اور رَعنا ءِخیال ہے۔

ہاں !اگر آپ نے غیر قادری مشائخِ کرام میں سے کچھ کی منقبت لکھی ہوتی اور بعض اہم شخصیات کی منقبتیں نہ ہوتیں،تو شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ ایسا کیوں ہوا؟ اگر چہ یہ بھی کوئی قابلِ انگشت نمائی بات نہ ہوتی۔ کیوں کہ جس طرح کوئی عالم ومحقق ومصنف کچھ موضوعات پر دادِ تحقیق دیتا ہے۔اور بہت سے موضوعات پر خامہ فرسائی نہیں کر پاتا ہے،تواس کا یہ مطلب، ہرگز نہیں ہوتا کہ: اسے باقی موضوعات کی اہمیت وعظمت سے کوئی اجتناب واحتراز یا کسی طرح کا تردّد وانکار ہے،ایسے وساوس واَوہام اسی شخص کے دل میں پیدا ہوسکتے ہیں جو بدگمانی کے مرض میں مبتلا اوراس گناہ کے اِرتکاب کا عادی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ناسمجھی سے ایسی بات سوچ رہا ہو۔اوراس کا بھی احتمال ہے کہ وہ محض شرانگیزی کی نیت سے اس طرح کے شوشے چھوڑ رہا ہو۔ کچھ اسی طرح کی حرکت، وہابیہ دیابنہ، بار بار کرتے ہیں اورعُلمائے اہلِ سنّت وجماعت کوچھیڑنے اورانہیں چڑھانے کے لیےتحریراًوتقریراً، یہ شوشہ بازی کرتے رہتے ہیں کہ:

آپ کے مولانا احمد رضا بریلوی، بہت بڑے عاشقِ رسول بنتے ہیں۔اورآپ لوگ بھی، ان کے عاشقِ رسول ہونے کا صبح وشام، چرچا کرتے رہتے ہیں۔مگرانہیں اس کی توفیق نہ ہوسکی کہ وہ ''سیرتِ رسول'' پرکوئی کتاب لکھ سکیں۔

ایسے لوگوں کوعُلمائے اہلِ سنّت، بار بار جواب دیتے ہیں کہ: امام احمد رضا بریلوی کوئی خاص موضوع منتخب کرکے دیگر مصنفین کی طرح اپنی کتب ورسائل نہیں لکھا کرتے تھے۔وہ بنیادی طور پر ایک فقیہ ومفتی تھے اوران کی ساری زندگی،فقہ وافتا کی خدمت میں گزری۔ان کے پاس عرب وعجم سے ہمیشہ،سیکڑوں دینی سوالات آتے رہتے تھے جن کے جوابات لکھنے لکھانے ہی میں آپ کا سارا وقت گزرجاتا تھا۔ اور یہ خدمت اُس خدمت سے بڑی ہے، جوان کے معاصر مصنفین نے انجام دی ہیں۔آپ ،تقدیسِ الوہیت وتعظیمِ نبوت کواہلِ ایمان کے دلوں میں راسخ کرنے کی مہم میں تاحیات سرگرمِ عمل رہے۔سیدالانبیاء والمرسلین، خاتم النّبین ﷺ کی عظمت وناموس کا تحفظ اور منکرینِ عظمتِ رسول کا تعاقب کرنے میں اپنی ساری علمی وفکری توانائی آپ نے صَرف کردی۔ یہ کارنامہ،سیرتِ رسول پرکوئی کتاب لکھنے سے زیادہ عظیم ہے۔وغیرہ وغیرہ۔مگرایسے اطمینان بخش جواب کے باوجود، وہابیہ دیابنہ پلٹ کر یہی بات، بار بار، دہراتے رہتے ہیں کہ:

آخر،مولانا احمد رضا بریلوی نے سیرتِ رسول پرکوئی کتاب کیوں نہیں لکھی؟ وہابیہ کی اس حرکت کوشرپسندی وفتنہ انگیزی کے سِوا،اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ راہِ تصوف اور بابِ مناقب میں امام احمد رضا بریلوی کا طرزِ فکر وعمل سمجھنے کے لیے یہ مستند واقعہ، ملاحظہ فرمائیں۔ایک سوال کے جواب میں آپ ،تحریرفرماتے ہیں:

''حضور پُرنور، سیدُ الاولیاءِ الکرام، امامُ العُرفاءِ العِظام، حضرت سیدناغوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدی علی بن ھیتی قُدِّسَ سِرُّہٗ الۡمَلَکُوتِی کے یہاں، رونق افروز ہوئے۔حضرت علی بن ہیتی نے اپنے مریدِ خاص، ولیِ بااختصاص، سیدی ابوالحسن علی جوسقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوحکم دیا کہ خدمتِ حضرت غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملازمت اختیار کریں۔اور یہ پہلے فرماچکے تھے کہ:

میں (علی بن ہیتی) حضور پُرنورغوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں سے ہوں۔سیدابوالحسن (جوسقی) قُدِسَ سِرُّہٗ، پیرسے یہ کچھ سن کر، اس پررونے لگے۔اورآستانۂ پیر کوچھوڑنا، کسی طرح نہ چاہا۔حضورغوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے روتا دیکھ کرفرمایا:

مَایُحِبُّ اِلاَّ الثَّدۡیَ الَّذِی رُضِعَ مِنۡہٗ۔

''جس پستان سے دودھ پیاہے،اس کے غیر کونہیں چاہتا۔''

انہیں حکم دیا کہ اپنے پیر کی ملازمت میں رہیں۔اخرج سیدی الامام نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف اللّخمی قُدِّسَ سِرُّہٗ فِی "بھجۃ الاسرار ومعدن الانوار" بسندٍ صحیح عن سیدی ابی حفص عمر البزار قَدَّسَ اللہُ تعالیٰ سِرُّہٗ۔ (ص ۷۷۴۔فتاویٰ رضویہ،مترجم،جلد ۲۱۔رضافاؤنڈیشن لاہور)

اورایک عرض کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی ارشادفرماتے ہیں،عرض وارشاد، دونوں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

عرض: حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے، یازروق کہہ کر ندا کرے۔ میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

ارشاد: مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی۔ جب کبھی میں نے استعانت کی یاغوث ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر۔

میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوبِ الٰہی (خواجہ نظام الدین اولیا، چشتی ، دہلوی) کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ اِحاطہ میں ،مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا۔طبیعت، منتشر ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس شوروشغب سے مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم، روضۂ مبارک میں رکھا ہے کہ: معلوم ہوا، سب ایک دَم چپ ہو گئے۔ میں نے سمجھا کہ واقعی، سب لوگ ،خاموش ہوگئے۔ قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا، پھر وہی شوروغل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا، پھر وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب، حضرت کا تصرُّف ہے۔ یہ بیِّن کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی۔ بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامِ مبارک کے یاغوثاہ، زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیرِ اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔ (پھر ارشاد فرمایا) اِرادت، شرطِ اہم ہے۔ بیعت میں بس، مرشد کی ذراسی توجہ ،درکار ہے۔ اور دوسری طرف اگر اِرادت نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ ایک صاحب، حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے تھے۔ انہوں نے واقعہ میں یعنی سوتے جاگتے میں دیکھا کہ: ایک ٹیلہ پر، یاقوت کی کرسی بچھی ہے۔ اس پر حضرت سیدنا جنید، بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور نیچے ایک مخلوق، جمع ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی چِٹھی دیتا ہے۔ حضرت اس کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ چپکے کھڑے رہے۔ جب حضرت نے بہت دیر تک انہیں دیکھا اور انہوں نے کچھ نہ کہا تو خود فرمایا "هَاتِ اعرِضْ قِصَّتَكَ"، لاؤ کہ میں تمہاری عرضی پیش کروں۔

انہوں نے عرض کیا: اَوَشَیۡخِی عَزَلُوۡهُ۔ کیا، میرے شیخ کو معزول کر دیا گیا؟

فرمایا: وَاللّٰهِ مَا عَزَلُوۡهُ وَلَنۡ یَعۡزَلُوۡهُ۔ خدا کی قسم! ان کو معزول نہیں کیا اور نہ کبھی ان کو معزول کریں گے۔ انہوں نے عرض کی: تو بس ،میرا شیخ کافی ہے۔

آنکھ کھلی، حاضر ہوئے، دربار میں سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ واقعہ، عرض کریں۔ قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں، حضور نے ارشاد فرمایا: هَاتِ اَعرِض قِصَّتَكَ۔ لاؤ کہ تمہاری عرضی، پیش کردوں۔ (فرمایا) اِرادت، یہ ہے۔ ہمہ شیرانِ جہاں، بستۂ ایں سلسلہ اند۔ (پھر فرمایا) جب تک، مرید، یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیاے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے، نفع نہ پائے گا۔

علی بن ھیتی نے جو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص خلیفہ ہیں ایک بار، حضور کی دعوت کی۔ ان کے خاص مرید تھے، حضرت علی جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ کھانا لائے۔ خیال کرتے ہیں کہ روٹیاں، کس کے سامنے پہلے رکھوں؟ اپنے شیخ کے سامنے رکھتا ہوں تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کے خلاف ہے۔ اور اگر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھتا ہوں، تو اِرادت تقاضا نہیں کرتی۔ انہوں نے اس طرح، روٹیاں گھمائیں کہ دونوں کے حضور، ایک ساتھ، جاکر گریں۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ مرید، تمہارا بہت باادب ہے۔ علی بن ہیتی نے عرض کیا: بہت ترقیاں کر چکا ہے۔ اب اس کو حضور اپنی خدمت میں لیں۔ علی جوسقی یہ سنتے ہی ایک کونہ میں گئے اور رونا شروع کیا۔ حضور نے فرمایا: اس کو اپنے ہی پاس رہنے دو۔ جس پستان کا پلا ہوا ہے، اسی سے دودھ پیے گا۔ دوسرے کو نہیں چاہتا۔

(پھر فرمایا) اپنے تمام حوائج میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے۔

(ص ۵۵ و ۵۶۔ الملفوظ، حصہ سوم، رضا اکیڈمی بمبئی)

گویا کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے ان اشعار کی عملی تصویر اور غیرت وحمیتِ قادریت وجذبۂ احسان شناسی کے پیکر تھے ؎

تجھ سے دَر، در سے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹّا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں، سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں، پہرا تیرا
تیری عزت کے نثار، اے مِرے غیرت والے
آہ صد آہ! کہ یوں خوار ہو، بُروا تیرا

☆☆☆

سر توئی، سرور توئی، سررا، سر و ساماں توئی
جاں توئی، جاناں توئی، جاں را، قرارِ جاں توئی
بہرِ پایت خواجۂ ہنداں شہِ کیواں جناب
بَلْ عَلیٰ عَیْنِی وَرَأْسِی، گوید آں خاقاں توئی
بندہ اَتْ، غیرت بُرد، گر، بردرِ غیرت رَود
وَرْ رَود چوں بنگرد، ہم شاہِ آں ایواں توئی

امام احمد رضا بریلوی، صرف حضور سیدنا غوثِ اعظم، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دست گیری پر قربان نہیں تھے، بلکہ عطائے رسول، سلطان الہند، حضور سیدنا معینُ المِلّۃ وَالدین، خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ غریب نوازی وفیض رسانی کا بھی آپ اپنی مجلسوں اور تحریروں میں چرچا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ، ایک استفتا کے جواب میں آپ، پورے یقین واذعان کے ساتھ، تحریر فرماتے ہیں:

''حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور، دست گیر ہیں۔ اور حضرت سلطان الہند، معینُ الحقِ وَالدین، ضرور غریب نواز۔''

(ص ۴۳۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلدِ یازدہم۔ مطبوعہ: رضا اکیڈمی بمبئی)

غلام معین الدین اور اجمیر شریف، نہ لکھنے والے کے خلاف آپ کا یہ تیور بھی کتنا پُرجلال و وہابیت کش اور رُوح پرور وعقیدت افروز ہے، جسے ذیل کے سوال وجواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: از سرکار اجمیر مقدس۔ لنگر گلی۔ مسئولہ: حکیم غلام علی صاحب۔ ۶ رشوال ۱۳۳۹ھ

اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر، اور خلافت کے بورڈ پر، اور خلافت کی ٹوپی پر اور خلافت کی رسید پر، فقط اجمیر لکھے۔ کیا، اجمیر کے ساتھ، لفظ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام، غلام معین الدین پر غلام نہ لکھنا، خلافِ عقیدۂ اہلِ سنّت ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُوجَرُوْا۔

جواب: ''اجمیر شریف کے نامِ پاک کے ساتھ، لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام نہ کرنا، اگر اِس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزیِ حیاتِ ظاہری ومزارِ پُرانوار کو (جس کے سبب، مسلمان، اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا، تو گمراہ، بلکہ عدوُّ اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

اللہ عَزَّ وَجَلّ، ارشاد فرماتا ہے: مَنْ عَادیٰ لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔ اور، اگر، یہ ناپاک التزام، بربنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے، تو سخت بے برکتی وفضلِ عظیم وخیرِ جسیم سے محرومی ہے۔ کَمَا اَفَادَہٗ الْاِمَامُ الْمُحقِّق مُحِیُّ الدِّیْن اِبُوزکریّا، قُدِّسَ سِرُّہٗ فِی التَّرضی۔

اور اگر، اس کا مبنیٰ، وہابیت ہے، تو وہابیت کفر ہے۔ اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت؟ مَا عَلٰی مِثْلِہٖ یُعَدّ الْخَطَاءُ۔

اپنے نام سے غلام کا حذف، اگر اس بنا پر ہے کہ: حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَعَنْہُم کا غلام بننے سے انکار و اِستکبار رکھتا ہے تو بدستور، گمراہ، اور بحکمِ حدیثِ مذکور، عدوُّ اللہ ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ، جہنم ہے۔

قَالَ تَعَالٰی: اَلَیْسَ فِی جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ۔

اور اگر، بربنائے وہابیت ہے کہ غلامِ اولیاے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے، تو وہابیہ، خود، زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں۔

وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ص ۱۸۷ و ۱۸۸۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم۔ مطبوعہ: رضا اکیڈمی بمبئی)

حضرت سیدنا معین المِلَّۃِ وَالدین، خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات اور منکرینِ فیضانِ خواجہ غریب نواز کا ذکر کرتے ہوئے ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی، ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات، حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا برکات احمد صاحب (بریلوی) مرحوم، جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ:

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو، جس کے سر سے پیر تک، پھوڑے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے، گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا کہ: خواجہ! اَگن لگی ہے۔ تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہوگیا۔

بھاگل پور سے ایک صاحب، ہر سال، اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی۔ اس نے کہا: میاں! ہر سال، کہاں جایا کرتے ہو؟ بے کار اتنا روپیہ، صَرف کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو۔ پھر تم کو اختیار ہے۔ خیر! ایک سال، وہ ساتھ میں آیا۔ دیکھا کہ:

ایک فقیر، سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے۔ اور یہ صدا لگا رہا ہے:

''خواجہ! پانچ روپے لوں گا۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا۔ اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔''

جب، اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا۔ ایک گھنٹہ ہوگیا ہوگا۔ اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا:

لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے، بھلا خواجہ کیا دیں گے؟ لو ہم دیتے ہیں۔ فقیر نے، وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کے زور سے کہا: خواجہ! تورے بلہاری جاؤں۔ دِلوائے بھی تو کس خبیث منکر سے۔''

(ص ۴۴۔ الملفوظ۔ حصہ سوم، مطبوعہ: رضا اکیڈمی بمبئی)

اَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَا۔ مؤلفہ: حضرت مولانا نقی علی، قادری، برکاتی، بریلوی کی شرح کرتے ہوئے: ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الْوِعَا میں امام احمد رضا بریلوی، رقم طراز ہیں کہ:

وہ چوالیس مقامات، جہاں دُعا، زیادہ قبول ہوتی ہے، ان میں ایک مزارِ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری بھی ہے۔ چنانچہ، آپ لکھتے ہیں:

''سی و نہم ۳۹۔: مَرقدِ مبارک، حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدّین، چشتی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔''

(ص ۵۹۔ اَحْسَنُ الْوِعَا مَعَ شَرْحِہٖ ذَیْلُ الْمُدَّعَا۔ مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ کراچی)

وہ چالیس مقاماتِ مقدسہ، جہاں، دُعائیں زیادہ قبول ہوتی؛ ان کا نمبر وار ذکر کرتے ہوئے آخر میں امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

چہل و چہارم ۴۴۔اسی طرح، تمام اولیا و صُلحا و محبوبانِ خدا تعالیٰ کی بارگاہیں خانقاہی آرام گاہیں۔نَفَعَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِبَرَکَاتِہِمْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ۔ آمین۔

سترہویں شب، ماہِ فاخر، ربیع الآخر ۱۲۹۳ھ میں کہ فقیر کا اکیسواں سال تھا، اعلیٰ حضرت، مصنّفِ علّام سیدنا الوالد قُدِّسَ سِرُّہٗ الْمَاجِد وحضرت محب الرسول جناب مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب، قادری، بدایونی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَۃ کے ہمراہِ رکاب حاضرِ بارگاہِ بےکس پناہ حضور پُرنور، محبوبِ الٰہی نظام الحق والدین، سلطان الاولیاء رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْہُمْ ہوا۔

......دونوں حضراتِ عالیہ اپنے قلوبِ مطمئنہ کے ساتھ، حاضرِ مواجہۂ اقدس ہوکر مشغول ہوئے۔اس فقیرِ بےتوقیر نے ہجومِ شور وشر سے خاطر پریشان پائی۔ دروازۂ مطہرہ پر کھڑے ہوکر حضرت سلطان الاولیاء سے عرض کی کہ: اے مولیٰ! غلام جس لیے حاضر ہوا، یہ آوازیں، اس میں خلل انداز ہیں۔ (لفظ یہی تھے، یا ان کے قریب، بہر حال، مضمونِ عریضہ یہی تھا) یہ عرض کر کے بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں، دروازۂ حُجرۂ طاہرہ میں رکھا۔ بعونِ ربِ قدیر، وہ سب آوازیں، دفعتہً گُم تھیں۔ مجھے گمان ہوا کہ یہ لوگ خاموش ہورہے۔ پیچھے مُڑ کر دیکھا، تو وہی بازار گرم تھا۔ قدم کہ (اندر) رکھا تھا، باہر ہٹایا، پھر آوازوں کا وہی جوش پایا۔ پھر بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر داہنا پاؤں اندر رکھا۔ بِحَمْدِ اللّٰہ پھر، ویسے ہی کان، ٹھنڈے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ مولیٰ کا کرم اور حضرت سلطان الاولیاء کی کرامت اور اس بندۂ ناچیز پر، رحمت ومعونت ہے۔ شکرِ الٰہی بجالایا اور حاضرِ مواجہۂ عالیہ ہوکر مشغول رہا۔ کوئی آواز نہ سنائی دی۔ جب باہر آیا، پھر وہی حال تھا کہ خانقاہِ اقدس کے باہر قیام گاہ تک پہنچنا دُشوار ہوا۔

فقیر نے یہ اپنے اوپر گزری ہوئی گزارش کی کہ: اول، تو وہ نعمتِ الٰہی تھی۔ اور رب عَزَّ وَجَلّ فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ ''اپنے رب کی نعمتیں، لوگوں سے خوب بیان کرو۔''

مع ھٰذا، اس میں غلامانِ اولیاے کرام کے لیے بشارت اور منکروں پر، بلا وحسرت ہے۔ الٰہی! صدقہ اپنے محبوبوں کا۔ ہمیں، دُنیا وآخرت وقبر وحشر میں اپنے محبوبوں کے برکاتِ بےپایاں سے بہرہ مند فرما۔ آمین۔

(ص ۶۰ و ۶۱۔ ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الدُّعا۔ مؤلّفہ: امام احمد رضا بریلوی۔ مطبوعہ۔ مکتبۃ المدینہ کراچی)

بارگاہِ سلطان الہند، حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں امام احمد رضا بریلوی کی حاضری بھی ہوا کرتی تھی۔

برہانِ مِلّت، حضرت مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق، رضوی، جبل پوری (متوفی ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء) تلمیذ وخلیفۂ امام احمد رضا بریلوی کے والد ماجد حضرت مولانا عبد السلام، جبل پوری (متوفی ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء) نے امام احمد رضا بریلوی کے دوسرے سفرِ حج وزیارت (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) سے واپسی کے وقت بمبئی میں سفرِ جبل پور کی دعوت دی، تو امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا کہ: ابھی مجھے اجمیر شریف کی حاضری دینی ہے۔ چنانچہ، اس سلسلے میں حضرت مفتی برہان الحق، جبل پوری لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے بمبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا۔ والد ماجد نے جبل پور تشریف لے جانے کے لیے عرض کیا۔ فرمایا: ابھی تو اجمیر شریف، حاضری دیتا ہوا، بریلی جاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ پھر کبھی جبل پور آؤں گا۔'' (ص ۸۲۔ اِکرام امام احمد رضا۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء)

سفرِ اجمیر شریف کا ایک مستند واقعہ، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

علاّمہ نور احمد قادری (اسلام آباد، پاکستان) اپنے دادا، حاجی عبدالنبی قادری رضوی (متوفی ۱۹۴۹ء۔ کراچی) کی زبانی سنا ہوا ایک واقعہ، بیان کرتے ہیں۔

یہ راوی، حاجی عبدالنبی قادری، رضوی، امام احمد رضا بریلوی کے مرید تھے۔ اور یہ واقعہ امام احمد رضا بریلوی کے آخری ایامِ حیات کا ہے۔ علاّمہ نور احمد قادری لکھتے ہیں:

''ہوا یوں تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا، سلطان الہند، خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کی خانقاہ میں عرسِ غریب نواز کے موقع پر وعظ ہوا کرتا تھا اور اس وعظ کا اہتمام خود خانقاہ شریف کے ''دیوان'' صاحب کیا کرتے تھے۔

جس میں عُلما و فُضَلا، دور دور سے آ کر وعظ سننے کے لیے شرکت کرتے۔ بعض دفعہ، دَکن کے حکمران، نظامِ دکن، میر محبوب علی خان اور میر عثمان علی خاں بھی اس وعظ میں شریک ہوتے رہے۔ اعلیٰ حضرت کا وعظ سننے کے لیے بے شمار خلقت، وہاں ہوا کرتی۔

اس مرتبہ، جب اعلیٰ حضرت، بریلی شریف سے اجمیر شریف، عرسِ خواجہ غریب نواز میں حاضری کے لیے جانے لگے، تو ان کے ہمراہ، دس گیارہ، ان کے مریدین بھی تھے۔ انہیں میں ایک، راقم الحروف کے استادِ محترم، مولانا شاہ عبدالرحمٰن قادری جے پوری تھے، جو اعلیٰ حضرت کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ اور دوسرے خود راقم الحروف کے دادا محترم حضرت حاجی عبدالنبی قادری تھے۔ بقیہ اور حضرات تھے۔

دہلی سے اجمیر شریف تک جانے کے لیے ''بی بی اینڈ سی آئی آر'' ریل چلا کرتی تھی۔ دورانِ سفر جب یہ ریل گاڑی ''پُھلیرہ جنکشن'' پر پہنچتی، تو قریب قریب، مغرب کا وقت ہو جاتا تھا۔ ''پُھلیرہ'' اس دور کے ہند کا بہت بڑا ریلوے جنکشن ہوا کرتا تھا۔ جہاں، سانبھر، جودھ پور اور بیکانیر سے آنے والی گاڑیوں کا بھی کراس ہوا کرتا تھا۔

ان تمام دوسری لائنوں سے آنے والے مسافر، اجمیر شریف جانے کے لیے اسی میل گاڑی کو پکڑتے تھے، اس لیے یہ میل گاڑی، پُھلیرہ اسٹیشن پر تقریباً چالیس منٹ ٹھہرا کرتی تھی۔

خود راقم الحروف نے بھی پارٹیشن (۱۹۴۷ء) سے قبل کے دَور میں اجمیر شریف حاضری دینے کے لیے اسی گاڑی سے کئی بار، سفر کیا، اور پُھلیرہ جنکشن کا حال دیکھا۔

بہرکیف! جب اعلیٰ حضرت سفر کر رہے تھے، تو پُھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے ساتھ والے مریدین سے فرمایا کہ: نمازِ مغرب کے لیے جماعت پلیٹ فارم پر ہی کر لی جائے۔ چنانچہ، چادریں بچھا دی گئیں اور لوگوں میں سے جن کا وضو نہ تھا، انہوں نے تازہ وضو کر لیا۔

اعلیٰ حضرت ہر وقت باوضو رہتے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ: میرا وضو ہے، اور امامت کے لیے آگے بڑھے۔ اور پھر فرمایا کہ: آپ سب لوگ پورے اطمینان کے ساتھ، نماز ادا کریں۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہ گاڑی، ہرگز اُس وقت تک نہ جائے گی، جب تک کہ ہم لوگ نماز پورے طور سے ادا نہیں کر لیتے ہیں۔ آپ لوگ، قطعاً اس بات کی فکر نہ کریں۔ اور پوری یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کریں۔ یہ فرما کر، اعلیٰ حضرت نے امامت کرتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مغرب کے فرض کی جب ایک رکعت ختم کر چکے، تو ایک دَم گاڑی نے وِہشل (Whistle) دے دی۔

پلیٹ فارم پر دیگر بکھرے ہوئے مسافر تیزی کے ساتھ اپنی اپنی سیٹوں پر گاڑی میں سوار ہو گئے، مگر آپ کے پیچھے، نمازیوں کی یہ جماعت پورے استغراق کے ساتھ نماز میں اسی طرح، برابر مشغول رہی۔

دوسری رکعت، مغرب کے فرض کی ہو رہی تھی کہ گاڑی نے اب تیسری اور آخری وِہشل بھی دے دی۔ مگر ہوا کیا کہ ریل کا انجن، آگے

کو نہ سرکتا تھا۔میل(Mail) گاڑی تھی۔کوئی معمولی پسنجر گاڑی نہ تھی۔اس لیے ڈرائیور اور گارڈ، سب پریشان ہوگئے کہ آخر یہ ہوا کیا کہ گاڑی آگے نہیں جاتی؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔انجن کو ٹیسٹ کرنے کے لیے ڈرائیور نے گاڑی کو پیچھے کی طرف ڈھکیلا تو گاڑی پیچھے کی سمت چلنے لگی۔انجن بالکل ٹھیک تھا۔ مگر جب ڈرائیور اسی انجن کو آگے کی طرف ڈھکیلتا، تو انجن رک جاتا تھا۔ اتنے میں اسٹیشن ماسٹر، جو انگریز تھا، اپنے کمرہ سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا۔ اور اس نے ڈرائیور سے کہا کہ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر دیکھو۔ آیا چلتا ہے، یا نہیں؟

چنانچہ، اس نے ایسا ہی کیا۔انجن کو گاڑی سے کاٹ کر جب چلایا، تو بخوبی پوری رفتار سے چلا۔کوئی بھی خرابی اس میں نظر نہ آئی۔مگر جب ریل کے ڈبوں کے ساتھ جوڑ کر اسی انجن کو چلایا گیا، تو وہ پھر اسی طرح جام ہوگیا، اور ایک انچ بھی آگے کو نہ چلا۔ ریل کا ڈرائیور اور سب لوگ، بڑے حیران و پریشان کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے کہ: انجن، ریل کے ساتھ جُڑ کر آگے کو نہیں جاتا؟ اسٹیشن ماسٹر نے گارڈ سے پوچھا، جو نمازیوں کے قریب ہی کھڑا تھا کہ: یہ کیا بات ہے کہ انجن الگ کرو، تو چلنے لگتا ہے اور ڈبوں کے ساتھ جوڑو تو بالکل پٹری پر جام ہو کر رہ جاتا ہے؟ وہ گارڈ مسلمان تھا۔اس کے ذہن میں بات آگئی، اس نے اسٹیشن ماسٹر کو بتایا کہ: سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بزرگ جو نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی بہت بڑے ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں، یقیناً اس کے علاوہ اور کوئی ٹیکنیکل وجہ نہیں۔ اب جب تک کہ یہ بزرگ اور ان کی جماعت، نماز ادا نہیں کر لیتی، یہ گاڑی مشکل ہے کہ چلے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے، ان ولی اللہ کی کرامت معلوم ہوتی ہے۔ بس اب ان کے نماز ادا کرنے تک تو انتظار ہی کرنا پڑے گا۔ اسٹیشن ماسٹر کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور وہ کہنے لگا کہ بِلا شبہ، یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ نمازیوں کی جماعت کے قریب آ کر کھڑا ہوگیا۔ نماز میں اعلیٰ حضرت کا اور ان کے مریدین کا، اس قدرِ استغراقِ عبادت اور خشوع وخضوع کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوا۔ انگریزی، اس کی مادری زبان تھی، مگر وہ اردو اور فارسی کا بھی ماہر تھا۔ اور بے تکلف اردو میں کلام کرتا تھا۔ گارڈ کے ساتھ اس کی یہ ساری گفتگو، اردو ہی میں تھی۔ غرض اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت نے سلام پھیرا اور بآوازِ بلند درود شریف پڑھ کر دُعا مانگنے میں مصروف ہوگئے۔ جب یہ دُعا سے فارغ ہوئے تو آگے بڑھ کر نہایت ادب کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر (انگریز) نے اردو ہی میں عرض کیا کہ: حضرت! ذرا جلدی فرمائیں۔ یہ گاڑی آپ ہی کی مصروفیتِ عبادت کے سبب، چل نہیں رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ:

بس ابھی نماز پڑھ کر ہم لوگ تھوڑی دیر میں فارغ ہوں گے اور اِنْ شَاءَ اللہ پھر گاڑی چلے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ نماز کا وقت ہے۔ کوئی بھی سچا مسلمان، نماز قضا نہیں کر سکتا۔ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔ فرض کو کیسے چھوڑا جائے؟

گاڑی اِنْ شَاءَ اللہ نہیں جائے گی، جب تک ہم لوگ، اطمینان کے ساتھ، نماز ادا نہیں کر لیتے۔ اسٹیشن ماسٹر پر، اسلام کی روحانی ہیبت طاری ہوگئی۔

اعلیٰ حضرت اور ان کے مریدین نے سکون کے ساتھ، جب نماز پورے طور پر ادا کر لی اور دُعا پڑھ کر فارغ ہوئے، تو اعلیٰ حضرت نے پاس ہی کھڑے ہوئے انگریز اسٹیشن ماسٹر سے فرمایا کہ: اِنْ شَاءَ اللہ اب گاڑی چلے گی۔ ہم سب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے ہیں۔ یہ کہا اور مع اپنے سب ہمراہیوں کے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی۔ اسٹیشن ماسٹر نے اپنے انداز میں سلام کیا اور آداب بجالایا۔ مگر اس واقعۂ کرامت کا، اس کے ذہن اور دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔

بہرکیف! گاڑی کے ساتھ، اعلیٰ حضرت اور ان کے یہ چند مریدین، تو اجمیر شریف روانہ ہوگئے، مگر اسٹیشن ماسٹر سوچ میں پڑ گیا۔ رات بھر وہ اسی غور وفکر میں رہا، اس کو نیند نہ آئی۔ صبح اُٹھا تو چارج اپنے ڈپٹی کے حوالہ کر کے اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ حاضری کے لیے اجمیر شریف کو چل پڑا، تا کہ وہاں درگاہِ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرے۔ جب اجمیر شریف پہنچا تو دیکھا کہ:

درگاہ شریف کی شاہجہانی مسجد میں اعلیٰ حضرت کا ایمان افروز وعظ ہو رہا ہے۔ وہ وعظ میں شریک ہوا۔ بیان سنا، اور جب وعظ ختم ہوا

توقریب پہنچ کر اس نے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ چوم لیے، اور عرض کیا کہ: جب سے آپ، پُھلیرہ اسٹیشن سے ادھر روانہ ہوئے ہیں میں اس قدر بے چین ہوں کہ مجھے سکون نہیں آتا۔ آخر اپنے افرادِ خاندان کے ہمراہ، یہاں حاضر ہوگیا ہوں اور اب آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی یہ روحانی کرامت دیکھ کر مجھے اسلام کی آسمانی صداقت کا یقینِ کامل ہوگیا ہے۔ اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ بس اسلام ہی خدائے تعالیٰ کا سچا دین ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہزارہا زائرینِ دربارِ خواجہ غریب نواز کے سامنے، اس انگریز کو اور اس کے نو (۹) افرادِ خاندان کو وہیں کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا۔ اور خود اس کا اسلامی نام بھی غوثِ پاک کے نام پر 'عبدالقادر' رکھا۔ اس کا انگریزی نام رابرٹ (Robert) تھا۔ اور وہ رابرٹ صاحب کے نام سے مشہور تھا۔ آپ نے اس کو مسلمان کرنے کے بعد سلسلۂ قادریہ میں اپنا مرید بھی کیا اور پھر ہدایت فرمائی کہ:

ہمیشہ، اِتباعِ سنّت کا خیال رکھنا۔ نماز کسی وقت نہ چھوڑنا، نماز روزہ کی پابندی، بہت ضروری ہے۔ اور جب موقع ملے، تو حج پہ بھی ضرور جانا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور ہمیشہ، خدمتِ دین کا خیال رکھنا اس لیے کہ اسلام کا پھیلانا بھی قرآن پاک نے ہر مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ اپنے وطن بھی جب جاؤ، تو وہاں بھی دین کو پھیلانے کی خدمت انجام دینا۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ اب خود بھی قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرو۔ اور اپنے تمام افرادِ خاندان کو بھی قرآنِ پاک کی تعلیم دلواؤ۔ غرض آپ نے اسلام اس کے دل میں اُتار دیا اور اپنی عارفانہ جنبشِ نگاہ سے اس کے شیشۂ دل کو عشقِ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عطر سے بھر کر، اس کی روح کو مہکا دیا۔ وہ اسلام کا شیدا، اور وارفتہ ہوگیا۔ اس انگریز کے اس قبولِ اسلام کا یہ واقعہ، اس وقت کا ایک اہم واقعہ تھا۔ اس لیے کہ یہ انگریز کوئی معمولی درجہ کا انگریز نہ تھا، بلکہ ایسے گھرانے کا فرد تھا، جس کے بہت سے افراد ہندوستان میں اور اسی طرح انگلستان میں مناصبِ جلیلہ پر فائز تھے۔ اہلِ علم اور باوقار لوگ تھے اور عیسائی مشن کی بڑی سرپرستی کیا کرتے تھے۔ اس انگریز کے مع افرادِ خاندان، مسلمان ہوجانے کے اس واقعہ سے عیسائی مشنریوں کے جرگہ میں ہل چل پڑگئی۔ مذہب کے میدان میں ان کی بوئی ہوئی ساری سفید کپاس جل گئی۔ یعنی گورے گھبرا گئے۔ ان کے پادری بوکھلا گئے۔ یہ کیا کم انقلابی واقعہ تھا؟

پھر اس نَو مسلم انگریز نے جیسا کہ بزرگوں نے بتایا زندگی بھر اسلام کی بڑی خدمت کی۔ وہ قرآنِ کریم، ختم کرنے کے بعد ہندوستان سے وطن واپس لوٹ گیا، اور وہاں جا کر اسلام کی خدمت کے لیے وقف ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روحانی کرامت اور عارفانہ جنبشِ نگاہ نے اس کی ساری کایا پلٹ دی۔ اسے آشنائے عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کر کے، کام کا آدمی بنا دیا۔ منزل پر پہنچا دیا، اور اس کو ملتِ اسلامیہ کا ایک مستحکم ستون بنا دیا۔"

(ص ۱۵۷ تا ۱۶۱۔ سال نامہ، معارفِ رضا، کراچی۔ مطبوعہ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء۔ از ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی)

بارگاہِ سلطان الہند، خواجہ غریب نواز سے روحانی نسبت و تعلق ہی کا ثمرہ تھا کہ: جب امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی کا وصال (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) ہوا، تو ملک کے مختلف شہروں کی طرح سرکارِ اعظم، اجمیرِ معلّٰی میں بھی اہتمام کے ساتھ آپ کی فاتحۂ سوم کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ چنانچہ حضرت سید غلام علی، مرحوم و مغفور، خادمِ درگاہ اجمیر شریف اسی سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"۲۵ صفر مطابق ۲۸/ اکتوبر یوم جمعہ (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کو بوقت شب سید حسین علی صاحب، ولد سید صدیق علی صاحب وکیلِ جناب نواب صاحب بہادر والیِ ریاستِ جاورہ و خادمِ درگاہِ معلّٰی سرکارِ اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار، مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا۔ جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہوگیا۔ اس حادثۂ ہوش رُبا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنا رنج و الم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔ اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی۔ اور سید حسین علی صاحب نے فاتحۂ سوم کا انتظام کیا۔ اور اول بروز اتوار ۲۸ صفر کو آستانۂ عالیہ حضور خواجۂ خواجگاں، سرکارِ اعظم، خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالانِ نواب ارکاٹ، بعد نمازِ صبح قرآن خوانی ہوئی۔ جس میں چند صاحب زادگان و چند مدرسین اور طلبائے مدرسہ

معینیہ عثمانیہ ومدرسینِ معینیہ اسلامیہ، ہائی اسکول شریک رہے۔اس کے بعد ڈھائی بجے،موافق قاعدۂ صاحب زادگانِ درگاہ معلیٰ،ختم فاتحۂ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحنِ درگاہ معلیٰ میں آکر ختم کیا گیا۔اس وقت علاوہ صاحبانِ مذکور کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ، متولیِ درگاہ اور چند اشخاصِ مدرسہ حنفیہ صوفیہ ویتامیٰ اجمیر شریف ،بہ تعدادِ کثیر، شریک تھے۔بعدِ ختم تبرک تقسیم ہوا۔اوراس طرح، اعلیٰ حضرت،مجدّدِ مأۃِ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحۂ سوم ،سرکارِ اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔"(دبدبۂ سکندری۔رام پور۔مؤرخہ ۷ رنومبر ۱۹۲۱ء)

○○○